Research Journal of Islamic Studies

Volume: 1 Issue: 1

July-Dec 2024

Page No: 10-25

The Govt. Sadiq College Women University Bahawalpur

https://journals.gscwu.edu.pk/index.php/mishkat-ul-ilm/about

Denial in Family Matters and Islamic Teachings a Research Review

عائلی معاملات میں منکرات اور اسلامی تعلیمات :ایک تحقیقی جائزہ

Muhammad Kamran Ashraf
Assistant Director,
National Counter Terrorism Authority, Islamabad

Abstract:

Family is the social identity of every human being, and the basic unit of a family system is husband and wife. A successful family system depends on the relationship between husband and wife. If their relationship is good, a happy married life will be their destiny. But if their relationship is not good, or if they are disrupted, the household systems as well as the children are affected by it. While Islam has given us attention to other aspects of life, it has also given us a comprehensive system about family life. If it is followed, a peaceful and happy family can be formed and only such a system can give a perfect home to the society.
Husband and wife are the two main pillars of family life and both have a role in spoiling and beautifying this system. Allah has created man and woman in a way that is needed in society. Building a family system that requires love, kindness and gentleness also requires strong intentions and subtle decisions. This is the reason why Allah Almighty has placed sensitivity, kindness and gentleness in woman's nature more than that of man, so He has placed more power in man to control his emotions and take decisions gently even in difficult situations than in woman. This is also mentioned in the Quran.

Keywords: *Denial, Family Matters, Islamic Teachings.*

خاندان ہر انسان کی سماجی شناخت ہوتا ہے۔اور ایک خاندانی نظام کی بنیادی اکائی شوہر اور بیوی ہیں۔اور ایک کامیاب خاندانی نظام کا انحصار شوہر اور بیوی کے آپس کے تعلقات پر منحصر ہے۔ اگر ان کے آپس کے تعلقات اچھے ہیں تو ایک خوشگوار عائلی زندگی ان کی قسمت ہو گی۔ لیکن

اگر ان کے تعلقات اچھے نہیں۔ یا ان میں خلل آجائے تو گھریلو نظام کے ساتھ ساتھ بچے بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اسلام نے قرآن پاک اور نبی کریم ﷺ کے اسوہ کے ذریعہ ایک مکمل عائلی نظام اور اس کے اصول و آداب سکھلائے ہیں جن کی بدولت انسان کو عائلی زندگی میں راحت و سکون ملتا ہے۔ عصمت و عفت کی حفاظت، اولاد کی تربیت، مال و مکان کا تحفظ اور ایک دوسرے کے بارے میں احساس ذمہ داری سے آپس کی محبت نصیب ہوتی ہے اسی وجہ سے اسلام نے میاں بیوی کے حقوق و فرائض پر خاص توجہ دی ہے۔ جس سے زندگی میں سکون ہونے کی وجہ سے اولاد بھی عمدہ تربیت پا کر معاشرے کا ایک اہم فرد بنے گی۔

عائلی زندگی کا تعارف: عربی زبان میں عال یعیل عیلاً و عیالاً کے معنی کسی کی معاشی کفالت کرنا کے ہیں [1]. "عائلی" عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں خاندان اور خاندان میں عملی طور پر میاں بیوی اور بچے شامل ہوتے ہیں۔ معاشرے میں رہنے کا وہ طریقہ جو میاں بیوی اور ان کے بچوں سے وابستہ ہو عائلی زندگی کہلاتا ہے۔ [2] یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ہم اپنی زندگی گزارنے کے لیے سماجی تعلقات کے محتاج ہیں۔ معاشرے میں اپنا وجود برقرار رکھنے کے لیے ہم جس ادارے کے محتاج ہیں وہ "خاندان" کہلاتا ہے۔ خاندان ہی وہ ادارہ جو ہماری جسمانی، روحانی، اخلاقی اور فکری تربیت کرتا ہے۔ عائلی زندگی ایک خاندان کی تشکیل کرتی ہے اور انسان کی شخصیت کی تعمیر کرتی ہے۔ عائلی زندگی میں بنیادی حیثیت میاں بیوی کو حاصل ہے ان کے ازدواجی تعلقات سے عائلی زندگی کا آغاز ہوتا ہے یہ ایک ایسا پاکیزہ رشتہ ہے جس پر خاندان کی بنیاد ہوتی ہے۔ اسلام نے عورت کا حق اسطرح بیان فرمایا:

"عن عائشه رضى الله عنها قالت:قال رسول الله ﷺ، خيركم خيركم لا هله و انا خيركم لا هلى" [3]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرے۔"

اس لیے اللہ کے رسول ﷺ نے بیوی کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم خود اپنی زندگی کے ذریعے سکھائی کیونکہ کامیاب زندگی کا یہ بنیادی اصول ہے۔ بیوی کا یہ حق ہے کہ شوہر اس کے ساتھ بے تکلفی اور شگفتہ مزاجی کے ساتھ پیش آئے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بات خاص طور پر امت کو سکھلائی تاکہ دونوں ایک دوسرے کی زندگی میں تعاون کرنے والے بنیں۔

عائلی زندگی کی اہمیت: انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنی پہچان چاہتا ہے۔ خاندانی زندگی اس فطرت کی نشوونما کا بنیادی کام پورا کرتی ہے۔ اسلام میں خاندانی نظام کو بہت اہمیت حاصل ہے کیونکہ اسلام نے جو خاندانی نظام پیش کیا ہے وہ ایک اعلیٰ معاشرے کا تصور ہے۔ جس میں حفاظت کو یقینی بنایا جاتا ہے اور بقا کا عنصر پایا جاتا ہے۔ خاندانی زندگی بچوں کو ابتدائی عمر سے ہی پیار اور پیار فراہم کر سکتی ہے کیونکہ یہ نظام معاشرے میں محبت پیدا کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔ بچے گھر کے تہذیب یافتہ ماحول سے سب سیکھتے ہیں۔ یہ کہنا درست ہے کہ انسان کی فکری، جسمانی، اخلاقی اور نفسیات تعمیر سازی صرف عائلی نظام زندگی ہی سے ممکن ہے۔ اسلام میں عائلی نظام زندگی کی اہمیت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ عائلی نظام زندگی کی بدولت انسانی نسل کی بقاء ہوتی ہے مرد اور عورت نکاح کے ذریعے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں اور ان کا آپ میں ایک قانونی اور اخلاقی رشتہ قائم ہو جاتا ہے اور وہ پاکیزہ ازدواجی تعلقات قائم کرتے ہیں جس کے نتیجے میں نسل بڑھتی ہے۔ نسل کی بقاء کے لیے تولید کا طریقہ کار تمام مخلوقات میں ہی اللہ کی طرف سے رکھا گیا ہے۔ مخالف جنسوں میں میلاپ اور میلان کا فطری جذبہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاندانی نظام کے ذریعے عورت اور مرد دونوں کے لیے جنسی آسودگی کا ذریعہ فراہم کیا ہے اللہ نے خاندانی نظام میں میاں بیوی کو محبت اور راحت و سکون پہنچانے کے لیے پیدا کیا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭاِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ " [4]

"اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں میں فرق ہے اور دنیا والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

اسلام میں خاندانی نظام کی تشکیل کو معاشرتی ذمہ داریوں کے احساس کا ایک ذریعہ مانا جاتا ہے اور اس نظام کی تشکیل سے دین کا ایک فرض بھی پورا ہوتا ہے۔ خاندانی نظام کی وجہ سے محبت اور خلوص پروان کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ اس طرح خاندانی نظام سے وابستہ رشتوں میں محبت اور خلوص معاشرے میں بھی ایک دوسرے سے تعاون، ہمدردی اور خلوص کی طرف راغب کرتی ہے۔ خاندانی نظام نہ صرف زوجین کے درمیان نسل انسان کی بقاء کے لیے ضروری ہے بلکہ اعلیٰ ترین معاشرے کے فروغ اور ارتقاء کی ذمہ داری کو بھی پورا کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"ومن آیته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنو االیھا"[5]

"اور (اللہ تعالیٰ) کی نشانی میں سے ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لیے جوڑے (بیویاں) پیدا کئے تاکہ تم سکون حاصل کرو"

نکاح اللہ کے نزدیک پسندیدہ فعل ہے جو کہ انسان کی عزت کا سبب بنتا ہے۔ اور اسکے دین کی حفاظت کرتا ہے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان نکاح کرتا ہے تو شیطان چیخ اٹھتا ہے اور کہتا ہے اس کا برا ہو، اس مسلمان نے مجھ سے دو تہائی دین بچالیا۔[6]

عائلی زندگی کے منکرات سے مراد خاندانی زندگی سے متعلق شارع کے وہ نواہی ہیں جو قباحت، حرمت یا کراہت کے بیان پر مشتمل ہے اور ان عائلی منکرات سے بچ کر انسانی معاشرہ اپنی عائلی اور گھریلو زندگی کو بہتر بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے ذیل میں ان منکرات کو بیان کیا جاتا ہے۔

نکاح سے متعلق منکرات اور اسلامی تعلیمات

نکاح اسلامی شریعت کا اہم حصہ ہے اور اس کو مسلمانوں کی زندگی میں اہمیت حاصل ہے. تاہم، کچھ لوگ نکاح سے متعلق منکرات رکھتے ہیں۔ ان کی منکرات کی وجوہات مختلف ہو سکتی ہیں، کچھ لوگ نکاح کو ایک بندشی نظام تصور کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کی آزادیوں کو محدود کرتا ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ نکاح کے بعد ان کو مزید مسئلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسے خاندان کی ذمہ داریاں اور خاندانی لاچاری کا سامنا کرنا۔ مرد و عورت کے مابین تعلقات میں نکاح ایک ایسا جائز اور حلال رشتہ ہے جس سے نسل نوع انسانی فروغ پاتی ہے یہ ایک ایسا معاہدہ یا عہد و پیمان ہیں جس کی بنیاد دونوں طرف کی باہمی رضامندی پر قائم ہے اسلام نے اس جانب خصوصی توجہ دی ہے اور قرآن و سنت میں میاں بیوی کو ایک اچھا شریک حیات کو منتخب کرنے کی تاکید کی گئی ہے شادی صرف جنسی تعلقات یا وقتی تفریح کا نام نہیں ہے کہ جس طرح چاہا وقت گزار لیا بلکہ یہ تو ایک عمر بھر کا ساتھ، بحکم خداوندی ایک نیک خاندان کی بنیاد رکھنے کا ذریعہ اور ایک ایسا عہد جس میں نئی آنے والی نسل کو اخلاق حسنہ، سچائی، امانتداری، فراخدلی، اخلاص، رحمت اور خوداعتمادی وغیرہ کی تربیت دی جاسکے۔

نکاح صرف جنسی خواہشات کے پورے کرنے کا نام نہیں بلکہ تکمیل افراد کا ایک فطری اور شرعی حصہ ہے وہ اشیاء منکرات کا در بند کرنے کے لئے اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ نہیں ہے نکاح انسان میں شرم و حیا پیدا کرتا ہے اور اس کو بدکاری سے بچاتا ہے۔ نکاح کے لیے پہلی شرط مسلمان ہونا ہے۔ کسی مشرک سے نکاح جائز نہیں ہے قرآن پاک میں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں:

"وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى یُؤْمِنَّؕ-وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْۚ-وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰى یُؤْمِنُوْاؕ-وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْؕ"[7]

"اور نکاح نہ کرو مشرکہ عورتوں سے جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور بے شک مسلمان لونڈی مشرک عورت سے بہتر ہے اگر وہ تمہیں اچھی لگتی ہو اور مسلمان عورتوں کو مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائے اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے بہتر ہے اگر چہ وہ مشرک تمہیں اچھا ہی لگتا ہو"۔

یعنی مشرک مرد اور عورت کسی سے نکاح جائز نہیں ہے یہاں تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ نکاح سے متعلق جو معاشرے میں منکرات رائج ہیں ان کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

1۔ بیوی کو پسند کرنے میں تساہل تغافل کا اظہار: شادی کا ارادہ کرنے والے کے ذمے جو بات انتہائی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اسے دیندار بیوی کا انتخاب کرنا چاہئے جو اللہ تعالی کے بیان کردہ احکامات اطاعت گزاری کے کاموں پر اس کی مدد کر سکے۔ نبی ﷺ نے اپنے اس فرمان میں اس بات کا حکم دیا ہے:

"تنكح المرأة لأربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك"[8]

"عورت سے نکاح کیا جاتا ہے چار باتوں کی بنا پر، اس کے دولت کے وجہ سے، اس کے خاندان کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے، اس کے دین اسلام کی وجہ سے، تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہو جائیں جو صرف دین والی پر کامیابی پالے۔"

2۔ پیغام نکاح دینے والے کا اپنی منگیتر کو نہ دیکھنا: پیغام نکاح دینے والے کا اپنی ہونے والی بیوی کے ہاتھ اور چہرے کا دیکھنا مستحب ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق عورت اور اس سے نکاح پر آمادہ کرنے والی چیز پر غور و فکر کر سکے نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی سے جس نے کسی عورت سے منگنی کی تھی یا اس کا شادی کرنے کا بھی ارادہ تھا یوں فرمایا:

"انظر اليها"[9]

"اسے ایک بار دیکھ لو۔"

لیکن اگر اس آدمی کا اس سے نکاح کا کوئی ارادہ نہیں تو اسے دیکھنا بھی جائز نہیں ہے لیکن ہمارے معاشرے میں دیکھنے سے متعلق جو رسم چل پڑی ہیں ہیں کہ منگنی کے حوالے سے اپنے بیٹیوں کو یوں لڑکے والوں کے سامنے بٹھا دینا کسی طرح جائز اور مناسب نہیں ہے نہ ہی اہل غیرت ایسا کر سکتے ہیں اگر کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے تو شریعت میں دیکھنے کی اجازت ہے۔

" عن عائشه رضی الله تعالی عنها قالتقال لي رسول الله ﷺ رایتک فی المنام یجیء بک الملک فی سرقه من حريرفقال ليهذا امر اتک فکشفت عن وجهک الثوبفاذا انت هی فقلتان یک هذامن عند الله یمضه "[10]

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے بیان کیا کہ مجھ سے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ (نکاح سے پہلے) میں نے تمہیں خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ (جبرائیل علیہ السلام) ریشم کے ایک ٹکڑے میں تمہیں لپیٹ کر لے آیا ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے کہ یہ تمہاری بیوی ہے میں نے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ تم تھیں۔ میں نے کہا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اسے خود ہی پورا کر دے گا۔"

اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے تو پہلے لڑکی کو دیکھ لینے کی نا صرف اجازت ہے بلکہ مستحب ہے۔ لیکنیہ دیکھنا سرسری سا ہونا چاہیے نہ کہ اس دفعہ آنے والی ملاقاتیں کی جائیں اور یہ دیکھنا بھی بات پختہ کرنے سے پہلے زیادہ فائدہ مند ہے جب تک نکاح نہیں ہو جاتا وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہیں۔

3۔ چھوٹی بچیوں کی شادی کر دینا: اسی طرح آجکل ہمارے معاشرے میں بچیوں کی شادی دیر سے کرنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ جو کہ معاشرے میں پھیلنے والی برائیوں اور بے حیائی کا سبب بن رہا ہے۔ بچیوں کے بالغ ہونے کے بعد ان کے رشتہ میں تاخیر نہ کی جائے۔ مناسب رشتہ ملتے ہی ان کی شادیکر دی جائے۔ جو لوگ آج کل کم عمری کی شادیوں کو ظلم قرار دیتے ہیں وہ دراصل مغرب کے ماحول کے زیر اثر ایسی بات کرتے ہیں۔ چھوٹی عمر کا ازدواج کسی طرح بھی منافی عقل و شرع نہیں ہے۔ والد کو حق ہے کہ کسی چھوٹی عمر کی بچی کا نکاح مصلحت کے پیش نظر کر دے۔ لیکن مباشرت اور صحبت کے لئے بالغ ہونا عقل واخلاق کا تقاضا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی بھی نو سال کی عمر میں ہوئی۔ ذیل میں دی گئی حدیث اس سے متعلق ہی ہے:

" عن عائشة قالت: تزوجني رسول الله و انا بنت سبع قال سليمان: أو ست ودخل بي و انا بنت تسع."[11]

"حضرت عائشہ رضي الله عنها سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے مجھ سے شادی کی تو اس وقت میری عمر سات برس تھی.

سلیمان نے کہا: یا چھ سال. اور مجھ سے ملاپ ہوا (میں آپ کے گھر بھیجی گئی) تو میں نو سال کی تھی۔"

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ چھوٹی عمر کا ازواج کسی طرح بھی عقل و شرع کے منافی نہیں ہے والد کو حق حاصل ہے کہ کسی مصلحت کے پیش نظر چھوٹی عمر کی بچی کا نکاح کر سکتا ہے لیکن مباشرت اور صحبت کے لئے بالغ ہونا عقل واخلاق کا لازمی تقاضا ہے اگر کسی کے مزاج پر اپنا ذوق اور علاقائی اور خاندانی رواج غالب ہو تو کیا کہہ سکتے ہیں ان باتوں کو اصول شریعت نہیں بنایا جا سکتا۔ گرم علاقوں میں لڑکیاں نو برس کی عمر میں حائضہ ہو جاتی ہیں جب کہ معتدل آب وہوا والے علاقوں میں 12 سال کی عمر میں بالغ ہوتی ہیں۔

4۔ دیر سے شادی کرنا: ایک مسلمان کو اپنی شرمگاہ اور ذات کو محفوظ رکھنے کے لئے نکاح کا حکم ملا ہے جلدی کی شادی میں غالباً اور عموماً جسمانی صحت، عقل و ذہن کے سلامتی اور روح کی راحت و مسرت پائی جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک اس طرح ہے ;

" يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنَ لِلْفَرْجِوَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاء"[12]

"اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو نکاح کی قدرت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ شادی کرے کیونکہنکاح نگاہ کو نیچے کرنے والی اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی چیز ہے اور جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے کیونکہ یہ اس کے لئے خصی کرنے کے مترادف ہے۔"

آج معاشرے میں جو مرد و عورت کی طرف سے پڑھائی سے فراغت پانے تک شادی کو لیٹ کرنا پایا جاتا ہے وہ مغرب کی طرف سے ہم تک آ پہنچا ہے ہمارے امت اسلامیہ ایسی تعلیم سے ناواقف ہے جب ایک نوجوان اخراجات کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور وہ ایسا صاحبِ عقل و فراست بھی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا برتاؤ رکھ سکتا ہے تو ایسے نوجوان کے لیے شادی کر لینا مستحب

5۔ عورت کی رضامندی: عورت چاھے کنواری ہو یا بیوہ اس کی نکاح سے پہلے رضامندی بہت ضروری ہے ہمارے معاشرے میں لڑکی سے اس کی پسند پوچھنا ضروری خیال نہیں کیا جاتا ہے جب کہ ہمارے نبی ﷺ نے اس کی تعلیم دی ہے کہ اس میں قباحت نہیں ہے یعنی شادی سے پہلے لڑکی سے پوچھا جائے کہ جہاں اس کا رشتہ کیا جا رہا ہے وہاں شادی کے لئے راضی ہے اور اس کیرضامندی سے رشتہ کیا جائے۔ کنواری لڑکی کی خاموشی ہی اقرار ہوتا ہے جب کہ بیوہ یا طلاق یافتہ کا زبان سے اقرار کرنا ضروری ہے اس حدیث میں اس سے متعلق بیان کیا گیا ہے:

" عن ابی عمرو مولی عائشة رضی الله تعالی عنها انها قالت: یا رسول الله، ان البکر تستحیی، قال: (رضاها صمتها)"[13]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ابو عمر اور ذکوان سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کنواری لڑکی کہنے سے ہچکچاتی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کا چپ ہو جانا ہی اس کی رضامندی ہے۔"

6۔ایک سے زائد نکاح کی صورت میں برابری کرنا

اس کے متعلق قرآن پاک میں آتا ہے:

"فَٱنكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ ،مَثۡنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَ،فَإِنۡ خِفۡتُمۡ أَلَّا تَعۡدِلُواْ،فَوَٰحِدَةً"[14]

"تو جو عورت تمہیں اچھی لگتی ہوں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے شادی کرو لیکن اگر تمہیں خطرہ ہو کے تم ان کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بہت ہے۔"

نبی ﷺ بیویوں کے درمیان عدل و انصاف کی بہت ہدایت کرتے تھے اور اس کے خلاف ورزی پر پختہ وعید بھی سنائی ہیں رسول اللہ ﷺ خود بھی تمام بیویوں کے درمیان ہر معاملے میں عدل اور برابری کیا کرتے تھے ذیل میں اسی سلسلے میں حدیث دی گئی ہے:

" عن عائشة قالت : کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقسم فیعدل و یقول: (اللهم! هذا قسمي فیما أملك فلا تلمنی فیما تملك ولا أملك) قال أبو داود : یعنی القلب. "[15]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ (اپنی ازواج متحرمات کے مابین) تقسیم کرتے ور عدل انصاف کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے اللہ یہ میری تقسیم ہے جو میرے اختیار میں ہے اور اس بات پر میری پکڑ نہ کرنا جس کا تو مالک ہے اور اس پر میرا بس نہیں امام ابو داؤد نے کہا اس سے مراد دل کا جھکاؤ ہے"

قلبی میلان تو انسان کے اختیار میں نہیں ہے اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا اس پر اختیار نہیں ہے اگلی حدیث بھی اسی طرح سے بیان ہے:

"قالت عائشة : یا ابن اختی! کان رسول الله لایفضل بعضنا علی بعض فی القسم من مکثه عندنا. و کان قل یوم الا وهو یطوف علینا جمیعا فیدنو من کل امراة من غیر مسیس حتی یبلغ إلی التی هو یومها فیبیت عندها ، ولقد قالت سوده بنت زمعة أسنت و فرقت إن یفارقها رسول الله صلی الله علیه وسلم : یا رسول الله! یومی لعائشة ، فقبل ذلك رسول الله منها. قالت: نقول: فی ذلك أنزل الله عزوجل و في أشباهها. أراه قال: (وان امراة خافت من بعلها نشوزا)."[16]

"عروہ رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اے میرے بھانجے! رسول اللہ (ہم ازواج میں) باری مقرر کرنے کے معاملے میں، یعنی ہمارے پاس ٹھہرنے کے معاملے میں ہم میں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہ دیا کرتے تھے. اور آپ تقریبا ہر روز ہم سب کے پاس چکر لگایا کرتے تھے اور ہر بیوی کے قریب ہوتے، یہ نہیں کہ صحبت کرتے تھے. حتی کہ اس کے پاس آ پہنچتے جس کی باری کا دن ہوتا اور رات اس کے ہاں گزارتے. حضرت سودہ بنت زمعۃ جب بڑی عمر کی ہو گئیں اور انہیں اندیشہ ہوا کہ رسول اللہ انہیں چھوڑ دیں گے تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا دن عائشہ کے لئے (وقف) ہے تو آپ نے اسے قبول فرمالیا. (حضرت عائشہ) کہتی ہیں کہ ہم کہا کرتی تھیں کہ اسی سلسلہ میں اور اسی قسم کی صورت کے

احوال کے متعلق ہی اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: (وان امراۃ خافت من بعلھا نشوزا) اگر کسی عورت کو اندیشہ ہو اپنے خاوند کے بگڑنے کا"

اس حدیث سے پتہ چلا کہ بیوی اپنی خوشی سے اپنی باری اپنی سوکن کو دے سکتی ہیں یعنی کوئی عورت اپنے شوہر کا دل اپنی طرف سے پھرا دیکھے تو اپنے شوہر کو خوش کرنے اور اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے اپنے مہر وغیرہ میں سے کچھ چھوڑ کر اس کو راضی کرلے تو اس میں ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ میاں بیوی میں مصالحت بہت اچھی بات ہے۔

مہر سے متعلق منکرات اور اسلامی تعلیمات

1۔طاقت سے زیادہ مہر مقرر کرنا: مہر وہ مال ہے جس کے عوض شوہر کو بیوی پر حقوق زوجیت حاصل ہوتا ہے مہر عورت کا حق ہے اور اس کو ادا کرنا ایک شوہر پر لازم ہے۔ حق مہر میں اصل بات تو یہی ہے کہ اس میں کوئی حد بندی نہیں ہے لیکن انتہائی زیادہ حق مہر مقرر کرنا سنت نبوی ﷺ خلاف ہے اس طرح یہ شادی سے دور رکھنے کا ایک سبب بھی ہے تو ایسے سبب کا سدباب کرنا چاہیے لڑکیوں کے ولیوں کو حق مہر میں تکلیف سے کام لیتے ہوئے اس کی مقدار کو قابو میں رکھنا چاہیے اور اپنی بیٹیوں کے لئے نیک اور صالح افراد کا چناؤ کرنا چاہیے۔

نکاح کرنے کے بعد عورتوں کے مہر کے بارے میں بھی قرآن پاک میں بیان ہوتا ہے:

"وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا "[17]

"اور عورتوں کو ان کے مہر رضامندی سے دے دیا کرو ہاں اگر وہ اپنے رضامندی سے اس میں سے کچھ تم کو دے تو اسے مزے سے کھالو"

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ"[18]

"اے مسلمانو تم کو جائز نہیں کہ زور وزبر عورتوں کے وارث بن جاؤ اور دیکھنا اس نیت سے کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو انہیں گھر میں نہ روکے رکھو ہاں اگر وہ کھلے طور پر بدکاری کی طرف مائل ہوں۔"

نکاح کے بعد مہر عورت کا حق ہے اور اس سے لینا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔ مزید ارشاد فرمایا:

" وَكَیْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا"[19]

"اور تم دی ہوئی دولت کیوں واپس لے سکتے ہو جب کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ ہمبستری کر چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد بھی لے چکی ہیں"۔

لیکن اگر میاں بیوی کی رضامندی شامل ہو اور بیوی مہر اپنے شوہر کو معاف کر دے تو پھر مہر میں کمی بیشی یا معافی کی گنجائش ہے۔ اسکے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

"فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِ" [20]

"تو جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو اور ان کا مہر تم طے کر چکے ہو تو ان کو دے دو اگر طے کرنے کے بعد دونوں کی خوشی سے مہر میں کوئی کمی یا زیادتی ہو جائے تو تم پر کوئی پکڑ نہیں ہے۔"

اگر میاں بیوی کی رضامندی شامل ہو اور بیوی مہر اپنے شوہر کو معاف کردے تو پھر اس میں کسی کمی بیشی یا معافی کی گنجائش ہے جس چیز پر لفظ مال کا اطلاق ہو سکتا ہے وہ چیز مہر میں مقرر کی جاسکتی ہے ہے مہر کی کوئی حد نہیں ہے ہے جس قدر بھی دونوں فریقین کے مابین طے ہو جائے وہ جائز ہے ذیل میں دی گئی احادیث اسی سے متعلق ہیں؛

" عن ابی سلمة بن عبدالرحمن انه قال سالت عائشة زوج النبی ﷺ کم کان صداق رسول الله ﷺ؟ قالتکان صداقه لازواجه ثنتي عشرة اوقية ونشاقالت أتدری ماالنش؟ قال قلت لاقالتنصف اوقية فتلک خمس ماة درهم فهذا صداق رسول الله ﷺ لازواجه"[21]

"حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے سوال کیا کہ نبی ﷺ کا مہر کتنا تھا انہوں نے فرمایا کہ اپنی بیویوں کے لیے آپ ﷺ کا مہر 12 اوقیہ اور نش تھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کیا کیا تم جانتے ہو کہ نش کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں انہوں نے فرمایا آدھا اوقیہ اور یہ پانچ سو درہم ہوتے ہیں پس آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اپنی بیویوں کے لیے یہی حق مہر ہوتا تھا"

" عن ام حبيبة:أنها كانت تحت عبيدالله بن جحش فمات بأرض الحبشة فزوجها النجاشی النبي صلى الله عليه وسلم وامهرها عنه اربعة آلاف و بعث بها الى رسول الله صلى الله عليه وسلم مع شرحبيل ابنحسنة"[22]

"ام المؤمنین ام حبیبہ (اپنے متعلق) بیان کرتی ہیں کہ یہ پہلے عبید اللہ بن جحش کی زوجیت میں تھیں اور وہ حبشہ جا کر فوت ہو گیا تو نجاشی نے ان کی شادی نبی کریم کے ساتھ کر دی اور اپنی طرف سے ان کو چار ہزار (درہم) مہر ادا کیا پھر انہیں شرحبیل بن حسنہ کی معیت میں رسول اللہ کی خدمت میں بھیج دیا۔"

مہر عورت کا حق ہے۔ جتنا ہو سکے مقرر کرے۔ اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔ صاحب وسعت اپنی استطاعت کے مطابق مہر مقرر کرے۔ اگر کوئی زیادہ کی استطاعت رکھتا ہے تو وہ زیادہ مہر مقرر کر سکتا ہے۔ اکثر لوگ صرف دکھاوے کیلئے زیادہ مہر مقرر کرتے ہیں پھر ادا نہیں کرتے یہ جائز نہیں ہے۔ بلکہ جو جتنا مہر آسانی سے ادا کر سکے اتنا ہی کافی ہے۔ اگر زیادہ مہر مقرر کرنا اتنا ہی عزت کا باعث ہوتا تو آپ ﷺ سب سے بڑھ کر ہوتے۔

طلاق سے متعلق منکرات اور اسلامی تعلیمات

طلاق کے معنی ہیں بند کھول دینا اور چھوڑ دینا۔ شریعت میں طلاق کہتے ہیں اس پابندی کو اٹھا دینا جو نکاح کی وجہ سے خاوند اور بیوی پر ہوتی ہے۔ جب خاوند اور بیوی میں مخالفت ہو اور کسی بھی طرح میل نہ ہو تو طلاق ہی بہتر حل ہے۔ کبھی طلاق حرام ہوتی ہے جسے اگر سنت کے خلاف طلاق دی جائے اور کبھی مستحب ہوتی ہے جب کہ عورت نیک چلن نہ ہو۔ طلاق کے احکام و مسائل قرآن پاک میں واضح بیان طلاق ہوئے ہیں۔ طلاق سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَالۡمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوۡٓءٍ‌ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنۡ يَّكۡتُمۡنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِىۡٓ اَرۡحَامِهِنَّ ۔ "[23]

"اور وہ عورتیں جن کو طلاق ہو گئی ہو اپنے آپ کو تین ماہواری تک روکے رکھیں اور یہ ان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ جو کچھ ان کے رحم میں ہو وہ اس کو چھپائیں"۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے

:"اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ"[24]

"اور دو مرتبہ طلاق ہے پس روک لو اسے دستور کے مطابق یا چھوڑ دو اسے اچھے طریقے سے۔

پھر فرمایا۔

"فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ"[25]

"پس اگر تم نے عورت کو تین بار طلاق دی ہے تو وہ تمہارے لیے جب تک حلال نہیں ہو گی جب تک اس کا نکاح کسی دوسرے سے نہ ہو جائے (اور وہ اسے طلاق دے دے اصلاح شرح میں اسے حلالہ کہتے ہیں)"۔

طلاق سے متعلق منکرات

ازدواجی تعلقات کو بحال رکھنے کے لیے مفاہمت اور ہم آہنگی کے ساتھ میاں بیوی اس بات کو لازمی جان لیں کہ ازدواجی تعلق ان دونوں کے لیے ایک مقدس رشتہ ہے یہ ازدواجی تعلق باہمی مفاہمت اور ہم آہنگی نہ ہونے کی صورت میں ختم بھی ہو سکتا ہے ہے لہذا ایسی حالت میں معاملات کو فوراً اور بروقت سلجھانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ مشکلات اور بگاڑ سے بچا جاسکے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ازدواجی تعلق کو بگاڑ سے بچانے کے لئے میاں بیوی دونوں کو کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہی بگاڑ بعد میں نفرت پیدا کرنے کا سبب بن جاتا ہے جس کے بعد لڑائیاں روزمرہ کا معمول بن جاتی ہے اور مشکلات میں اس حد تک اضافہ ہو جاتا ہے کہ نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے۔رسول اللہ ﷺ فرمایا:

"ابغض الحلال إلى الله تعالى الطلاق"[26]

"اللہ تعالیٰ کے ہاں حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔"

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اگرچہ طلاق دینا جائز ہے مگر اللہ کو پسند نہیں ہے بدرجہ مجبوری ہیں اس چیز کو گوارا کیا جا سکتا ہے۔آج کل معاشرے میں میاں بیوی کے تعلق کے درمیان بگاڑ پیدا کرنے والے عوامل جو اپنا کردار ادا کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔

نکاح شغار: نکاح میں شغار کی صورت نہیں ہونی چاہیے یعنی یہ شرط نہ ہو کے تم اپنا رشتہ مجھے دو تو میں تمہیں اپنا رشتہ دوں گا اس طرح کے نکاح کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک جوڑے کے تعلقات خراب ہوتے ہیں تو اس کا اثر دوسرے جوڑے کے تعلقات پر پڑتا ہے اس سے رسول اللہ ﷺ نے بھی منع فرمایا ہے۔

"نہی رسول الله ﷺ عن الشغار والشغار ان يقول الرجل للرجل زوجني ابنتك، او زوجني اختك على ان ازوجك ابنتيا و اختيو ليس بينهما صداق"[27]

"آپ ﷺ نکاح شغار سے منع فرمایا نکاح شغار یہ ہے کہ کوئی کسی سے کہے آپ اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح مجھ سے اس شرط پر کردیں کہ میں اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح تجھ سے کردوں گا اور ان دونوں کے درمیان کوئی مہر مقرر نہ ہوا ہو"۔

حلالہ: حلالہ سے مراد دوسرا نکاح ہے کہ تین طلاق کے واقع ہو جانے کے بعد عورت کا دوسرا نکاح کرنے کو حلالہ کہتے ہیں۔آج کل طلاق دینے کا رجحان بہت بڑھ گیا ہے چھوٹی چھوٹی بات پر لوگ زبانی، تحریری، فون پر اکٹھی تین طلاق دے دیتے ہیں بعد میں پریشان ہوتے ہیں اور دوبارہ صلح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔شرعی طور پر جب تین طلاق دی جائیں چاہے وہ لڑائی کے سبب ہو یا فون پر دی جائے یا زبانی یا تحریری طور پر پر تو بہر حال عورت اس مرد پر حرام ہو جاتی ہے اور حلالہ کے بغیر رجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی اگر میاں بیوی تین طلاقوں کے باوجود بغیر حلالہ

کے رجوع کریں تو سب گنہگار و زانی ہوں گے چنانچہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جب کسی کو تین طلاق ہو جائیں تو جب تک وہ کسی اور آدمی سے نکاح نہیں کرے گی اور اس کے ساتھ حقوق زوجیت ادا نہ کیا جائے پھر وہ طلاق دے یا مر جائے پھر عورت عدت گزارے اس کے بعد وہ عورت پہلے شوہر سے شادی کر سکتی ہے۔ جیسا کہ اس سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُأَنَّ امْرَأَةَ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،فَقَالَتْيَا رَسُولَ اللَّهِإِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَنِيفَبَتَّ طَلَاقِيوَ إِنِّي نَكَحْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الزَّبِيرِ الْقُرَظِيَّ وَ إِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ الْهُدْبَةِقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَلَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَلَا حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ"[28]

"عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! رفاعہ نے مجھے طلاق دے دی اور طلاقیں بھی تین دیں پھر میں نے اس کے بعد عبدالرحمٰن بن زبیر قرظی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا لیکن ان کے پاس تو کپڑے کے پلو جیسا ہے (یعنی وہ نامرد ہیں)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ غالباً تم رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہو لیکن ایسا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ تمہارا مزہ نہ چکھ لے اور تم اپنے موجودہ شوہر کا مزا نہ چکھ لو"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنا کافی نہیں ہے بلکہ صحبت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ طلاق کے حوالے سے دوسرے بہت سے منکرات بھی سننے کو ملتے ہیں جو کہ بالکل غلط اور خود ساختہ ہیں جیسا کہ کہ وہ غصے میں طلاق نہیں ہوتی حالانکہ اس بات کی کوئی اصل نہیں ہے طلاق اکثر غصے میں ہی ہوتی ہے غصہ مانع وقوع طلاق نہیں ہے اسی طرح یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تک عورت طلاق کا نہ سنے تب تک طلاق نہیں ہوتی لیکن اصل بات یہ ہے کہ طلاق کے لئے زوجہ یا کسی دوسرے کا سننا ضروری نہیں ہے اگر شوہر نے اپنی زبان سے الفاظ طلاق ایسی آواز سے کہے جو کان تک پہنچنے کے قابل تھے تو طلاق واقع ہو گئی ہے اور عورت اپنے آپ کو مطلقہ جانے شوہر کے طلاق دیتے ہی طلاق واقع ہو جاتی ہیں اور عورت کا طلاق قبول کرنا شرط نہیں ہے۔ اسی طرح طلاق دیتے وقت گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے جب صریح الفاظ میں تین طلاق دے دی ہیں تو نیت ہو یا نہ ہو بہر حال تین طلاق واقع ہو جاتی ہے"۔ ان صورتوں کو دلیل بنانا، ناجائز اور لوگوں کا طلاق جیسے اہم مسئلے میں میاں بیوی کو یہ باتیں بتا کر رجوع کی ترغیب دینا حرام ہے جس شخص کو طلاق کے مسائل کا شرعی علم نہیں اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ طلاق کے مسئلے میں اپنی رائے دے کیونکہ بغیر علم کے فتوی دینا حرام ہے حدیث پاک میں ہے:

"مَنْ أَفْتَى بغيرِعلمٍ لَعَنَتْهُ مَلائكةُ السماءِ والأرضِ."[29]

"جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔"

عدت سے متعلق منکرات اور اسلامی تعلیمات

عدت سے مراد وہ زمانہ ہے جو عورت اپنے شوہر سے خلع لینے یا طلاق ہونے کے بعد یا تنسیخ نکاح کے بعد خاص عرصے کے لیے گزارتی ہیں خلوت کا ہونا عدت کے لیے شرط ہے خلوت کے بغیر کسی وجہ سے طلاق یا تنسیخ نکاح یا خلع ہو جائے تو اس صورت میں عورت پر عدت گزارنا لازم نہیں ہے لیکن غیر مدخولہ بیوہ پر عدت گزارنا لازم ہے۔ قرآن پاک میں عدت سے متعلق آتا ہے:

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَكَحۡتُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ فَمَا لَـكُمۡ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ عِدَّةٍ تَعۡتَدُّوۡنَهَا‌ ۚ فَمَتِّعُوۡهُنَّ وَسَرِّحُوۡهُنَّ سَرَاحًا جَمِيۡلًا "[30]

"اے لوگو جو ایمان لے کر آئے ہو جب تم کسی مومن عورت سے نکاح کرو اور انہیں چھونے سے پہلے طلاق دے دو تو ان پر تمہاری طرف سے کوئی عدت نہیں ہے جس کے پورے ہونے کا تم مطالبہ کر سکو لہذا انہیں کچھ مہر مال دو اور اچھے طریقے سے رخصت کر دو"۔

طلاق سے متعلق مزید ارشاد ہے:

"يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ "[31]

"اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دے دو تو انہیں ان کی عدت کے لیے طلاق دو اور عدت کے عرصے کا صحیح شمار کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے اور عدت کے عرصے میں نہ تو تم انہیں خود گھر سے نکالو نہ وہ خود نکلیں باہر سوائے اس کے کہ وہ کسی برائی کی طرف مائل ہو جائیں"۔

پھر فرمایا۔

" وَ الّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّ الّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا "[32]

"اور تمہاری وہ عورتیں جو حیض سے بالکل مایوس ہو چکی ہیں ان کے معاملے میں اگر تمہیں کوئی شک ہے تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور یہ حکم ان کے لیے بھی ہے جن کو ابھی حیض نہ آتا ہو اور وہ عورتیں جو حمل سے ہیں ان کی عدت یہ ہے کہ ان کا حمل وضع ہو جائے اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالی ہر کام میں آسانی فرما دیتے ہیں"۔

ان تمام آیات میں طلاق و عدت سے متعلق احکام و مسائل بیان ہوئے ہیں۔ اول یہ کہ طلاق اللہ کے ہاں حلال کاموں میں سب سے ناپسندیدہ کام ہے اگر کوئی پھر بھی طلاق دیتا ہے تو طلاق کی عدت کی مدت اور عورت کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنے کے متعلق تمام مسائل کا حل اللہ نے بیان فرمادیا ہے ۔

معتدہ کو گھر سے نکالنے کی ممانعت:

اسلام کے عائلی مسائل میں ایک اہم مسئلہ ہے جب عورت کو طلاق ہو جاتی ہے تو شوہر اسے اپنے گھر سے نہ نکالے اس حوالے سے قرآن پاک کی آیت میں اس طرح آیا ہے۔

"لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ"[33]

"ان عورتوں کو ان کے گھروں سے تم نہ نکالو اور نہ ہی وہ خود باہر نکلیں مگر یہ کہ وہ کسی سر عام فحاشی کیا رتکاب کریں"۔

اس آیت سے یہ احکام واضح ہوتا ہے کہ معتدہ کو دوران عدت گھر سے نکلنا منع ہے ہے اگر بہت ہی مجبوری کے تحت نکلنا ناگزیر ہو جائے تو کچھ صورتوں میں اس کی اجازت دی گئی ہیں **اس حوالے سے ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:**

ہر معتدہ چاہے وہ بائنہ ہو یا رجعیہ بلا ضرورت گھر سے نکلنے کی دائمی حرمت بیان ہوئی ہے جبکہ ضرورت کے تحت جائز ہے اس میں وہ مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں۔[34] اس حوالے سے ائمہ فقہ میں اختلاف ہیں جن پر ذیل میں بحث کی جارہی ہے۔

مالکی اور حنبلی مذہب: امام احمد اور امام مالک کے نزدیک معتدہ ضرورت کے تحت گھر سے صرف دن کے وقت نکل سکتی ہیں اور رات کے وقت اسے اپنے عدت والے مسکن میں واپس لوٹنا ہوگا[35] ان کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے:

"جابر بن عبد الله يقول طلقت خالتي فارادت ان تجد نخلهافزجرها رجل ان تخرجفاتت النبي صلى الله عليه وسلمفقال بلىفجدي نخلكفإنك عسى ان تصدقياو تفعلي معروفا "[36]

"حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق ہوئی انہوں نے (عدت کے دوران) اپنی کھجوروں کا پھل توڑنے کا ارادہ کیا تو ایک آدمی نے انہیں (گھر سے) باہر نکلنے پر ڈانٹ دیا وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں، اپنی کھجوروں کا پھل توڑو ممکن ہے کہ تم (اس سے) صدقہ کرو یا کوئی اور اچھا کام کرو"۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ عورت کا اگر کوئی کفالت کرنے والا نہ ہو تو وہ اپنی گزر بسر کا سامان کرنے کے لیے اس دوران گھر سے نکل سکتی ہے

حنفی اور شافعی مذہب:

مبتوتہ، مطلقہ بائنہ کے لیے امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں کہ وہ دن یا رات کے وقت ضرورت کے لئے یا ضرورت کے بغیر گھر سے نکلے جبکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایک بیوہ دوران عدت کسی مجبوری کے تحت دن کے وقت گھر سے نکل سکتی ہے وہ درج ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

"لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ"

"ان عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو"۔

اس آیت میں ان کے ولیوں کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ تم دوران عدت ان عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو بلکہ گھر کے اندر ہی انہیں سہولیات زندگی فراہم کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔

معتدہ کے گھر سے نکلنے کی صورتیں

ائمہ فقہاء کے نزدیک دوران عدت عورت مندرجہ ذیل صورتوں میں گھر سے نکل سکتی ہے۔[37]

- قضائے حاجت کے لیے اگر بلا ضرورت نکلے گی تو یہ بے حیائی میں شمار ہوگا۔
- معتدہ زانیہ ہو لہذا اقامت حد کے لیے نکلے۔
- دیگر حدود میں سے کسی حد کے نفاذ کے لئے۔

اس حوالے سے ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں اس باتوں سے ثبوت ملتا ہے کہ معتدہ کا خرچ اور رہائش خاوند کے ذمہ ہوگا۔[38] اس سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ عدت والی عورت کو نان اور نفقہ اور رہائش کی سہولت فراہم کی جائے گی اور محض معاشرتی رسم ورواج کی بنیاد پر اس کو گھر سے نہیں نکالا جائے گا ہاں اگر اوپر بیان کی گئی کوئی مجبوری واقع ہو جائے تو اس کو باہر جانے کی اجازت ہے۔

دوران عدت پیغام نکاح کی ممانعت

اسلامی شریعت معاشرے میں غم سے نڈھال افراد کی ڈھارس بندھاتا ہے لہذا اسلام اس بات کی قطعی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی مرد طلاق یا بیوگی کی صورت میں کسی خاتون کو دوران عدت نکاح کا پیغام پہنچائے اس سے متعلق قرآن پاک میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"لا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّاأَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا"[39]

"ان سے چھپا ہوا وعدہ نہ رکھو مگر یہ شریعت کے مطابق کوئی بات کہے۔"

اسی کو دوسری جگہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"وَ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ "[40]

"پختہ نہ کرنا نکاح کی گرہ کو، جب تک اپنے وقت کو نہ پہنچ جائے عدت کا لکھا ہوا"۔

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ دوران عدت نکاح صحیح نہیں اگر کسی نے کر لیا اور دخول بھی ہو گیا تو جدائی کروا دی جائے گی۔[41]

ابو بکر کاسانی فرماتے ہیں:

"کسی نامحرم کے لیے جائز نہیں کہ عدت والی عورت سے عدت گزارنے سے پہلے نکاح کرے وہ عورت مطلقہ یا اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو۔"[42]

یہاں ایک اہم معاملہ یہ بھی ہیں کہ اگر کوئی شخص اس طرح کا نکاح کر لیتا ہے تو کیا یہ عورت اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی یا پھر عدت گزر جانے کے بعد وہی شخص اس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں اس حوالے سے بھی مختلف آراء ہیں۔ تمام علماء کے نزدیک وہ شخص جس نے عدت کے دوران عورت سے نکاح کر لیا ہو اس عورت کی عدت پوری ہو جانے کے بعد اس سے نکاح کر سکتا ہے۔[43] امام مالک فرماتے ہیں یہ عورت اس شخص پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی وہ حضرت عمر کے اس قول سے اتفاق کرتے ہیں اگر ایک عورت کا دوران عدت کسی شخص سے نکاح ہو جائے تو ملنے سے پہلے ہی دونوں میں جدائی کروا دی جائے تو عدت گزارنے پر یہی شرط ہے کہ عام لوگوں کی طرح نکاح کا پیغام دے سکتا ہے لیکن اگر دونوں میں ملاپ بھی ہو گیا ہے تو جدائی کروا دی جائے گی اور پہلے خاوند کی عدت گزار کر پھر اس آدمی کی عدت گزارے گی یہ آدمی اس عورت سے ہر گز بھی نکاح نہیں کر سکتا ہے فیصلے کا نتیجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس آدمی نے عجلت کر کے اللہ کے مقرر کردہ حدود کا خیال نہیں کیا تو اس کے لیے یہ سزا ہو گی کہ وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی جیسے ایک قاتل اپنے مقتول کے وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے لیکن امام بیہقی فرماتے ہیں کہ امام مالک کا پہلا قول یہی تھا پھر اب قول یہ ہے کہ آدمی بھی اسی عورت سے نکاح کر سکتا ہے اور یہ اس کے لیے حلال ہو جائے گی کیونکہ حضرت علی کا فتویٰ یہی ہے۔[44]

طلاق رجعی کی عدت کے دوران نکاح کا پیغام دینا

طلاق رجعی کی عدت کے دوران سوائے اس کے اپنے خاوند کے کسی اور کے لیے نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے چاہے وہ اشارتاً دے یا کھلم کھلا۔ کیوں کے طلاق رجعی کے صورت میں طلاق یافتہ اپنے شوہر کے نکاح ہی ہوتی ہے ابو بکر کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طلاق رجعی والی مطلقہ ملک نکاح کے قیام کی وجہ سے طلاق دینے والے ہی کی زوجہ ہے لہذا اس کو نکاح کا پیغام بھیجنا اسی طرح ناجائز ہے جس طرح طلاق سے پہلے ناجائز تھا۔[45] اس سے یہ بات پتا چلتی ہے کہ طلاق رجعی والی خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا اس لیے کہ ابھی سابقہ شوہر کی اس پر ملکیت نکاح ختم نہیں ہوئی یا بالفاظ دیگر ابھی اس کے طلاق کا معاملہ فائنل نہیں ہوا لہٰذا وہ ابھی اس کے نکاح ہی میں ہے اس لیے اس کو نکاح کا پیغام بھیجنا جائز اور مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح عدت سے متعلق ایک منکر جو آج کل معاشرے میں پھیلا ہوا ہے جس میں اسلام سے بے بہرہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے عورت کی عدت اس لئے مقرر کی ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ عورت کو اس کے شوہر سے کوئی حمل ہے یا نہیں کیونکہ آجکل الٹرا ساؤنڈ کا نظام آگیا ہے جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے آیا کہ عورت کو حمل ہے یا نہیں جبکہ جدید سسٹم سے معلوم ہی ہو جاتا ہے تو عورت کو عدت گزارنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ یہ سراسر جہالت ہے لوگوں کی دین اسلام سے اور اللہ کی قائم کردہ حدود سے ناواقفیت ہے اور کھلم کھلا بے حیائی ہے کیونکہ اگر عدت کا کوئی قانون نہ ہو اور عورت کو طلاق دینے کے بعد شوہر کی طرف سے نکاح کرنے کی اجازت ہو اور وہ اپنی مرضی کے مطابق دوبارہ نکاح کر لے تو یقیناً یہ نکاح کے وقار کے خلاف ہو گا اور نکاح بچوں کے کھیل کی طرح ہو جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ رجوع کے ساتھ طلاق کی صورت میں "حکمت" کے دور میں مرد کے لیے یہ موقع ہوتا ہے کہ وہ اس معاملے پر غور و فکر کر کے اس کی طرف رجوع کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ طلاق رجعی کی عدت میں عورت اپنے آپ کو خوبصورت بنانے کا انتظام کرے اور اپنا رویہ اس طرح رکھے کہ اس کا شوہر اس کے سامنے جھک کر اس کی طرف لوٹ جائے۔

بیوہ کی عدت: موت کی عدت میں سوگ کا بھی حکم ہے، یعنی بیوہ کے لیے عدت کی پوری مدت تک سوگ منانا واجب ہے، اور اس مدت میں زینت کے لیے استعمال ہونے والی اشیاء کو بالکل استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ اس طرح زندگی گزارنی چاہیے کہ اس کی بیوہ پن اور غم اس کے حلیے اور لباس سے جھلکتا ہے اور دوسرے اس کے لباس اور شکل سے محسوس کرتے ہیں۔ یہ حکم عدت کی خاص مدت کے لیے ہے، جب عدت ختم ہو جاتی ہے تو یہ سوگ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اسلام میں عورت کے لیے بیوہ ہونے کے بعد لمبے عرصے کے لیے سوگ منانا جائز نہیں، سوائے شوہر کے۔ دوسرے پیارے جیسے بھائی، والد کا تین دن کا سوگ ہے۔ اس سے زیادہ منع ہے چنانچہ اس سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عن حفصة، عن ام عطية إن النبي صلى الله عليه وسلم قال:(لا تحد المرأة فوق ثلاث إلى علي زوج فإنها تحد عليه أربعة أشهر و عشرا، ولا تلبس ثوبا مصبوغا ثوب عصب ولا تكتحل ولا تمس طيبا ألا ادني طهرتها إذا طهرت من محيضها بنبذة من قسط أو إظفار) "[46]

"حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "عورت کسی بھی (میت) پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، سوائے اپنے شوہر کے۔ اس کے لئے چار ماہ دس دن کا سوگ کرے، کوئی رنگین کپڑا نہ پہنے مگر وہ کپڑا جس کی بنائی ہی رنگین دھاگوں سے ہو (یمنی دھاری دار چادر وغیرہ) نا سرمہ لگائے نا خوشبو استعمال کرے مگر حیض سے طہارت کے وقت معمولی قسط یا اظفار کی خوشبو استعمال کر سکتی ہے"

کسی عورت کے لیے بھی جائز یہ نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی میت کا سوگ کرے سوائے اس عورت کے جس کے خاوند کی وفات ہو گئی ہو تو اس کے لئے چار ماہ دس دن کا سوگ ہے اور اس مدت کو اپنے خاوند کے گھر پورا کرے اس سوگ کے دوران اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ گھر سے باہر نکلے یا وہ کوئی زیب و زینت اختیار کرے۔ اور نہ کوئی خوشبو دار چیز استعمال کرے۔ عدت کے دوران ایسا رنگین کپڑا بھی نہ پہنے جس سے اس کی زینت ظاہر ہو۔ اور نہ سر میں مہندی وغیرہ کا استعمال کرے اگر کسی کو کوئی بیماری ہو جائے تو وہ اس چیز کا استعمال صرف دوا کے طور پر کر سکتا ہے۔ اگر کسی کی آنکھیں خراب ہوں تو وہ سرمہ کا استعمال صرف رات کو کر سکتی ہے۔ دن میں صاف کر دے یہ حکم بھی انتہائی مجبوری کی حالت میں ہے۔ کیونکہ ان چیزوں سے زینت ظاہر ہوتی ہے اس لئے دوران عدت ان چیزوں کا استعمال ممنوع ہے۔ سادگی میں عدت گزاری جائے۔ عورت چاہے مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اس پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ اپنا یام عدت کو پورا کرے۔

خلاصہ بحث: عائلی معاملات کسی بھی معاشرے کا اہم کردار ہوا کرتے ہیں اسلام کے عائلی نظام کے کئی امتیازات ہیں بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام ہی وہ دین ہے جس نے ہماری زندگی کے لیے عائلی اصول وضوابط بھی اسی طرح متعین کئے ہیں جس طرح انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے کیے۔ اسلامی شریعت کا ایک مکمل اور پاکیزہ نظام حیات کا نام ہے۔ اسلامی تعلیمات اور اصول کا اصلی رخ یہی ہیں کہ مرد عورت میں اسلامی اصولوں کے مطابق ازدواجی تعلق قائم ہو اور عمر بھر کے لیے رشتہ پائیدار رہے اس کو ختم کرنے کی نوبت نہ آئے اگر کبھی کوئی رنجش ہو بھی جائے تو اس کے ازالہ کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ ازدواجی معاملات کی درستگی پر نسل انسانی کی درستگی موقوف ہے اسی لئے ان مسائل کو دوسرے مسائل سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے قرآن نے نکاح وطلاق کے اصول بتانے پر ہی نہیں اکتفا کیا بلکہ ان کے اکثر و بیشتر فروع و جزئیات کو بھی براہ راست بیان فرمایا اسلام نے طلاق کی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ تابمقدور اس سے روکا ہے ہے لیکن بعض ضرورت کے مواقع پر اس کی اجازت بھی دی ہے اور مجبوری اجازت دی ہے اور اور اس کی ساتھ یہ بھی بتلا دیا کہ طلاق اللہ کے ہاں انتہائی ناپسندیدہ کام ہے جہاں تک ممکن ہو سکے سے پرہیز کیا جائے۔

حوالہ جات

1 محمد بن مکرم، لسان العرب (لاہور: دار المعارف، ۲۰۰۷)، ۲۲۸۔

2 وحید الزماں قاسمی، القاموس الوحید (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۴)، ۲۵۔

3 ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۹۷۷۔

4 القرآن:، ۳: ۲۲۔

5 القرآن: ۳۰: ۲۱۔

6 شیخ علی متقی، کنز العمال (بیروت: دار احیاء التراث، ۲۰۰۲)، ۱۰/۱۷۳۔

7 القرآن: ۲: ۲۲۱۔

8 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۵۰۹۰۔

9 المسلم، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۱۴۲۴

10 البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۵۱۲۵۔

11 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابوداود، رقم الحدیث ۲۱۲۱۔

12 البخاری،، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۵۰۶۵۔

13 البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۵۱۳۷۔

14 القرآن: ۴: ۳۔

15 ابوداؤد، سنن ابوداود، رقم الحدیث ۲۰۸۳۔

16 ابوداؤد، سنن ابوداود، رقم الحدیث: ۲۱۳۵۔

17 القرآن: ۴: ۴۔

18 القرآن:، ۴: ۹ ۔

19 القرآن:، ۴: ۴۱۔

20 القرآن:، ۴: ۲۴۔

21 ابوداؤد، سنن ابوداود، رقم الحدیث ۲۱۰۵۔

22 ابوداؤد، سنن ابوداود، رقم الحدیث: ۲۱۰۷۔

23 القرآن: ۲: ۲۲۸۔

24 القرآن: ۲: ۲۲۹۔

25 القرآن: ۲: ۲۲۹۔

26 ابوداؤد، سنن ابوداود، کتاب الطلاق، رقم االحدیث ۲۹۲/۱۔

27 المسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۳۴۶۵۔

28 البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۵۲۶۵۔

29 البانی، ناصر الدین الالبانی، ضعیف الجامع (بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۹۷۹)، رقم الحدیث ۵۴۵۹۔

30 القرآن: ۳۳:۴۹۔

31 القرآن: ۶۵:۱۔

32 القرآن: ۶۵:۴۔

33 القرآن: ۶۵:۱۔

34 الزحیلی، وہبہ بن مصطفی، التفسیر المنیر (دمشق: دار الفکر، ۲۰۰۳)، ۲۷۵/۲۸۔

35 ابن علیش، مسائل العدة والاستبراء (بیروت: مکتبہ علوم الدینیہ، ۱۹۹۹)، ۲/۱۳۔

36 ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ۱/۶۵۶۔

37 السرخسی، محمد بن احمد سرخسی، المبسوط (بیروت: مکتبہ علوم الدینیہ، ۱۹۹۹)، ۴/۹۷۔

38 الزحیلی، التفسیر المنیر، ۲۷۶/۲۸۔

39 القرآن: ۲:۲۳۵۔

40 القرآن: ۲:۲۳۵۔

41 اسماعیل بن عمر، تفسیرِ القرآن العظیم (بیروت: دار ابن کثیر، ۱۹۹۹)، ۱/۳۴۸۔

42 لعسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری (کراچی: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۱)، ۹/۱۸۰۔

43 ابن کثیر، تفسیرِ القرآن العظیم، ۱/۳۴۸۔

44 مالک بن انس، المدونۃ الکبریٰ (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۲)، ۱/۲۴۔

45 الکاسانی، ابو بکر الکاسانی، البدائع الصنائع (کراچی: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۲)، ۳/۲۰۴۔

46 ابو داؤد، سنن ابو داود، رقم الحدیث: ۲۳۰۲۔